طویل نظم

اردو میں طویل نظم کا چلن بیسویں صدی کے دوران عام ہوا۔ کلاسیکی شاعری میں مثنوی، مرثیہ اور قصیدہ بھی طویل نظم ہی ہیں۔ لیکن یہ اصناف روایتی انداز کی ہیں۔ انھیں ہم اردو کی معروف طویل نظموں مثلاً خضرِ راہ (اقبالؔ) نئی دنیا کو سلام (سردارؔ جعفری)، صلصلۃ الجرس، سند باد، شہرزاد اور شب گشت (عمیقؔ حنفی) پرچھائیاں (ساحرؔ لدھیانوی) 1857 (راہی معصوم رضاؔ) کے ساتھ نہیں رکھتے۔

ساحرؔ لدھیانوی اپنے زمانے کے مقبول ترین شاعروں میں سے تھے۔ ان کا شعری مجموعہ 'تلخیاں' کے عنوان سے 1955 میں شائع ہوا۔ اس کے متعدد اڈیشن بعد میں آئے اور خاص و عام میں یکساں طور پر مقبول ہوئے۔ ساحرؔ چھوٹے چھوٹے اور عام انسانی تجربوں کے شاعر تھے۔ انھوں نے ہندوستانی فلموں میں اپنے گیتوں، نظموں اور غزلوں کے ذریعے ایک نیا معیار قائم کیا۔

پرچھائیاں ساحرؔ کی بہت مشہور اور پسند کی جانے والی طویل نظم ہے۔ اس کا موضوع ''امن ہے''۔ پہلی اور دوسری عالمی جنگوں نے انسان کو اجتماعی موت کے اندیشے میں مبتلا کر دیا تھا۔ ساحرؔ نے اس نظم کے وسیلے سے یہ کہنا چاہا ہے کہ نسل انسانی کی بقا کے لیے ہمیں کسی تیسری عالمی جنگ کے امکان کو جڑ سے ختم کرنا ہوگا۔ انسانی معاشرے اور تہذیب کی سب سے بڑی ضرورت امن ہے۔

نظم پرچھائیاں کو ایک طرح کا تخلیقی مقالہ (Creative Dissertation) بھی کہا جاسکتا ہے۔ خیال کی بدلتی ہوئی لہروں کے ساتھ نظم کے مصرعوں کی ہیئت اور آہنگ میں بھی تبدیلی ہوتی جاتی ہے لیکن نظم کے خاتمے تک پہنچتے پہنچتے اس نظم کا مرکزی خیال اور شاعر کا مقصد، دونوں پوری طرح روشن ہوجاتے ہیں۔ اس نظم کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے۔

© NCERT not to be republished

ساحؔر لدھیانوی

(1921 – 1980)

ساحؔر لدھیانوی کا اصل نام عبدالحئی اور ساحؔر تخلص تھا۔ وہ لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ ہی میں حاصل کی، بعد میں لاہور چلے گئے۔ ''ادبِ لطیف'' اور ''سویرا'' کے ایڈیٹر رہے۔ پھر دہلی سے ''فن کار'' نکالا۔ تقسیمِ ملک کے بعد ساحؔر کو سخت حالات سے گزرنا پڑا۔ روزگار کی تلاش میں ممبئی پہنچے اور فلمی دنیا سے وابستہ ہوگئے۔ یہاں انھیں غیر معمولی کامیابی ملی۔

ساحؔر ایک فطری شاعر تھے۔ ان کے لہجے میں بہت سوز اور اثر تھا۔ ان کے کلام میں احساس کی دل کشی ہے اور یہی ان کی مقبولیت کا راز ہے۔ انھوں نے سماجی اور سیاسی مسائل پر بہت خوب صورت انداز میں شعر کہے ہیں۔ ''تلخیاں''، ''آؤ کہ کوئی خواب بنیں'' اور ''گاتا جائے بنجارہ'' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ امن کے موضوع پر ان کی نظم ''پرچھائیاں'' یادگار حیثیت رکھتی ہے۔

5286CH15

پرچھائیاں

جوان رات کے سینے پہ دُودھیا آنچل
مچل رہا ہے کسی خوابِ مرمریں کی طرح
حسین پھول، حسین پتّیاں، حسین شاخیں
لچک رہی ہیں کسی جسمِ نازنیں کی طرح
فضا میں گھُل سے گئے ہیں اُفق کے نرم خطوط
زمیں حسین ہے خوابوں کی سرزمیں کی طرح
تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں
کبھی گمان کی صوُرت کبھی یقیں کی طرح

وہ پیڑ جن کے تلے ہم پناہ لیتے تھے
کھڑے ہیں آج بھی ساکت کسی امیں کی طرح

© NCERT not to be republished

انھیں کے سائے میں پھر آج دو دھڑکتے دل
خموش ہونٹوں سے کچھ کہنے سننے آئے ہیں
نہ جانے کتنی کشاکش سے کتنی کاوش سے
یہ سوتے جاگتے لمحے چُرا کے لائے ہیں
تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں

وہ لمحے کتنے دِلکش تھے وہ گھڑیاں کتنی پیاری تھیں
وہ سہرے کتنے نازک تھے وہ لڑیاں کتنی پیاری تھیں
بستی کی ہر اک شاداب گلی خوابوں کا جزیرہ تھی گویا
ہر موجِ نفس ہر موجِ صبا، نغموں کا ذخیرہ تھی گویا

ناگاہ مہکتے کھیتوں سے ٹاپوں کی صدائیں آنے لگیں
بارود کی بوجھل بو لے کر پچّھم سے ہوائیں آنے لگیں
تعمیر کے روشن چہرے پر تخریب کا بادل پھیل گیا
ہر گاؤں میں وحشت ناچ اٹھی، ہر شہر میں جنگل پھیل گیا
مغرب کے مہذّب ملکوں سے کچھ خاکی وردی پوش آئے
اِٹھلاتے ہوئے مغرور آئے لہراتے ہوئے مدہوش آئے
خاموش زمیں کے سینے میں خیموں کی طنابیں گڑنے لگیں
مکّھن سی ملائم راہوں پر بوٹوں کی خراشیں پڑنے لگیں
فوجوں کے بھیانک بینڈ تلے چرخوں کی صدائیں ڈوب گئیں
انسان کی قیمت گرنے لگی اجناس کے بھاؤ چڑھنے لگے

© NCERT not to be republished

چوپال کی رونق گھٹنے لگی، بھرتی کے دفاتر بڑھنے لگے
بستی کے سجیلے شوخ جواں بن بن کے سپاہی جانے لگے
جس راہ سے کم ہی لوٹ سکے اس راہ پہ راہی جانے لگے
اِن جانے والے دستوں میں غیرت بھی گئی برنائی بھی
ماؤں کے جواں بیٹے بھی گئے بہنوں کے چہیتے بھائی بھی
بستی پہ اداسی چھانے لگی،میلوں کی بہاریں ختم ہوئیں
آموں کی لچکتی شاخوں سے جھولوں کی قطاریں ختم ہوئیں
دُھول اُڑنے لگی بازاروں میں بھوک اگنے لگی کھلیانوں میں
ہر چیز دکانوں سے اُٹھ کر روپوش ہوئی تہہ خانوں میں
بدحال گھروں کی بدحالی، بڑھتے بڑھتے جنجال بنی
مہنگائی بڑھ کر کال بنی، ساری بستی کنگال بنی
چرواہیاں رستہ بھول گئیں، پنہاریاں پنگھٹ چھوڑ گئیں
کتنی ہی کنواریں ابلائیں ماں باپ کی چوکھٹ چھوڑ گئیں
افلاس زدہ دہقانوں کے ہل بیل بکے کھلیان بکے
جینے کی تمنّا کے ہاتھوں، جینے کے سب سامان بکے

تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں
تمھارے گھر میں قیامت کا شور برپا ہے
محاذِ جنگ سے ہرکارہ تار لایا ہے
کہ جس کا ذکر تمھیں زندگی سے پیارا تھا
وہ بھائی نرغۂ دشمن میں کام آیا ہے

© NCERT not to be republished

تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں
ہر ایک گام پہ بدنامیوں کا جمگھٹ ہے
ہر ایک موڑ پر رسوائیوں کے میلے ہیں
نہ دوستی، نہ تکلّف، نہ دلبری، نہ خلوص
کسی کا کوئی نہیں آج سب اکیلے ہیں

تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں
سورج کے لہو میں لِتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

اس شام مجھے معلوم ہوا کھیتوں کی طرح اس دُنیا میں
سہمی ہوئی دوشیزاؤں کی مُسکان بھی بیچی جاتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا اس کار گہہ زرداری میں
دو بھولی بھالی روحوں کی پہچان بھی بیچی جاتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا جب باپ کی کھیتی چھِن جائے
ممتا کے سنہرے خوابوں کی انمول نشانی بِکتی ہے

سنگین حقائق زاروں میں،خوابوں کی رِدائیں جلتی ہیں
اور آج جب ان پیڑوں کے تلے پھر دو سائے لہرائے ہیں
پھر دو دل ملنے آئے ہیں
پھر موت کی آندھی اُٹھی ہے پھر جنگ کے بادل چھائے ہیں
میں سوچ رہا ہوں ان کا بھی اپنی ہی طرح انجام نہ ہو

© NCERT not to be republished

ان کا بھی جنوں ناکام نہ ہو
ان کے بھی مقدّر میں لکھّی اک خون میں لتھڑی شام نہ ہو
سورج کے لہو میں لتھڑی ہوئی وہ شام ہے اب تک یاد مجھے
چاہت کے سنہرے خوابوں کا انجام ہے اب تک یاد مجھے

بہت دنوں سے ہے یہ مشغلہ سیاست کا
کہ جب جوان ہوں بچّے تو قتل ہو جائیں
بہت دنوں سے ہے یہ خبط حکمرانوں کا
کہ دوُر دوُر کے ملکوں میں قحط بو جائیں

چلو کہ آج سبھی پائمال روحوں سے
کہیں کہ اپنے ہر اک زخم کو زباں کر لیں
ہمارا راز ہمارا نہیں، سبھی کا ہے
چلو کہ سارے زمانے کو رازداں کر لیں

چلو کہ چل کے سیاسی مقامروں سے کہیں
کہ ہم کو جنگ و جدل کے چلن سے نفرت ہے
جسے لہو کے سوا کوئی رنگ نہ راس آئے
ہمیں حیات کے اس پیرہن سے نفرت ہے
کہو کہ اب کوئی قاتل اگر ادھر آیا
تو ہر قدم پہ زمیں تنگ ہوتی جائے گی

© NCERT not to be republished

ہر ایک موجِ ہوا رُخ بدل کے جھپٹے گی
ہر ایک شاخ رگِ سنگ ہوتی جائے گی
اُٹھو کہ آج ہر اک جنگ جو سے یہ کہہ دیں
کہ ہم کو کام کی خاطر کلوں کی حاجت ہے
ہمیں کسی کی زمیں چھیننے کا شوق نہیں
ہمیں تو اپنی زمیں پر ہلوں کی حاجت ہے

یہ سر زمین ہے گوتم کی اور نانک کی
اس ارضِ پاک پہ وحشی نہ چل سکیں گے کبھی
ہمارا خون امانت ہے نسلِ نو کے لیے
ہمارے خون پہ لشکر نہ پل سکیں گے کبھی
کہو کہ آج بھی ہم سب اگر خموش رہے
تو اس دمکتے ہوئے خاکداں کی خیر نہیں
جنوں کی ڈھالی ہوئی ایٹمی بلاؤں سے
زمیں کی خیر نہیں، آسماں کی خیر نہیں
گذشتہ جنگ میں گھر ہی جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ تنہائیاں بھی جل جائیں
گذشتہ جنگ میں پیکر جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ پرچھائیاں بھی جل جائیں
تصوّرات کی پرچھائیاں اُبھرتی ہیں

(ساحرؔ لدھیانوی)

© NCERT not to be republished

مشق

لفظ ومعنی

مرمریں	:	سفید یا نیل گو چمک دار پتھر
امیں / امین	:	امانت دار
کشاکش	:	کھینچ تان
شاداب	:	ہرا بھرا، تروتازہ
صبا	:	صبح کی ٹھنڈی ہوا
تخریب	:	خرابی، بربادی
وحشت	:	دیوانگی
مدہوش	:	متوالا
طناب	:	خیمے کی رسّی
خراش	:	زخم کی ہلکی لکیر
اجناس	:	جنس کی جمع، چیزیں
سجیلے	:	بانکے، خوش وضع
برنائی	:	جوانی
کھلیان	:	وہ جگہ جہاں اناج کا ڈھیر رکھا جائے
افلاس	:	مفلسی، غریبی
دہقان	:	کاشت کار، کسان
نرغہ	:	بھیڑ، گھیرا
رسوائیاں	:	بدنامیاں

© NCERT not to be republished

گام	:	قدم
دوشیزہ	:	کنواری لڑکی
رِدا	:	چادر
خبط	:	پاگل پن
قحط	:	سوکھا
پائمال	:	پیروں تلے کچلے ہوئے
مقامر	:	جواری
جدل	:	لڑائی
حاجت	:	ضرورت
پیکر	:	شکل، صورت، جسم
خاک	:	مٹّی
خاکداں	:	مرادی معنی دنیا

سوالات

1۔ شاعر نے زمین کو کس کی مانند بتایا ہے؟
2۔ لمحوں کو چرا کر کون لایا ہے؟
3۔ شاعر نے جنگ بند کرنے کے لیے کن لوگوں کو مخاطب کیا ہے؟
4۔ شاعر نے اس زمین کو کس سے منسوب کیا ہے؟
5۔ شاعر کو کن چیزوں کے تباہ ہو جانے کا ڈر ہے؟
6۔ شاعر نے کن کن ادوار کا موازنہ کیا ہے؟

زبان وقواعد

- نظم میں شاعر نے جن مختلف تشبیہات کا استعمال کیا ہے انھیں اپنی کاپی میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished

- نظم میں شاعر نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے مشرق اور مغرب کی تہذیب کا موازنہ ہوتا ہے۔ان الفاظ کومشرق اور مغرب کے ذیل میں لکھیے۔

غور کرنے کی بات

- انسان ازل سے ہی جنگ اور امن کے بیچ پھنسا ہوا ہے۔ جنگ کے نقصانات سے ہم واقف ہیں۔حساس دانشوروں مفکروں ادیبوں شاعروں نے ہمیں جنگ کی تباہ کاریوں سے آ گاہ کیا ہے۔ انسانیت کی بقا اور ترقی کے لیے امن ضروری ہے۔
- اس دنیا میں امن قائم کرنا سب کی ذمے داری ہے۔
- اس نظم کا مرکزی خیال انگریزوں کی آمد کے بعد ہندوستانی تہذیب کا آہستہ آہستہ مٹتے چلے جانا ہے یعنی آزاد قوم ہی اپنی تہذیب اور ثقافت کا تحفظ کرسکتی ہے۔
- غلام قوم اپنی تہذیب وثقافت کی حفاظت نہیں کرسکتی۔نظم پرچھائیاں، بظاہر ایک فن کار کے خیالات کی مظہر ہے لیکن یہ اجتماعی دکھ بن کر سامنے آتی ہے۔

عملی کام

☆ نظم میں پیش کیے گئے خیالات کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished